© rasailojaraid.com

تاریخ تہذیب

(قرآن کے نقطۂ نظر کا مطالعہ)

جناب سعود عالم قاسمی

ماقبل تاریخ (Pre history) کی تہذیب کیا تھی؟ کیا اس دور میں بسنے والا انسان نرا وحشی اور غیر مہذب تھا یا اس کی کوئی تہذیب تھی۔ اگر تھی تو وہ کیا تھی کن بنیادوں پر قائم تھی؟ مورخین اور محققین کے لیے اس کی دریافت کا مسئلہ خاصا پیچیدہ اور دشوار ثابت ہوا ہے۔ اس دشواری کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کی شروعات اس وقت سے ہوتی ہے جب انسان لکھنے اور پڑھنے کا طریقہ دریافت کرتا ہے، اور ماضی کو حال اور مستقبل تک پہونچانے کی ابتدائی شکل پیدا ہو جاتی ہے[1] مگر تہذیب کی ابتدا اسی وقت سے ہوتی ہے جب انسان اس دنیا میں آتا ہے اور زندگی گزارنے اور سنوارنے کا عمل شروع کرتا ہے، زمین پر انسان کے آباد ہونے سے لے کر نوشت وخواند کی پہلی منزل تک کا عرصہ خواہ طویل ہو یا مختصر اپنی ایک مستقل حیثیت اور اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ وہی اولین ورثہ ہے جو تغیر اور ترقی کے منازل طے کرتا ہوا مختلف شکلوں میں ہمارے پاس پہونچا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اپنے اس اولین ورثہ کی کھوج اور تلاش کا کوئی معتبر اور قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہے۔ دور جدید کے محققوں نے اپنی انتھک کوششوں اور تلاش بسیار کے بعد جو کچھ دریافت کیا ہے وہ کسی تہذیب کے خط وخال کا سراغ لگانے کے لیے ناکافی ہے، پھر اس کا قطعی ہونا اور معیار صحت پر پورا اترنا بھی ضروری نہیں ہے۔ اب تک جو چیزیں قبل از تاریخ کی تہذیب کا پتہ لگانے میں معاون سمجھی گئی ہیں وہ قدیم نقوش، کتبات، اوزار، آثار، افسانے

---

[1] انسانی تحریر کے قدیم ترین ریکارڈ کا جو سراغ مل سکا ہے وہ تین ہزار سال قبل از مسیح کا ہے۔ یہ ریکارڈ تین مقامات پر پائے گئے (۱) وادی نیل میں (۲) موسوپوٹامیہ میں (۳) وادی اندوس میں۔ ان تین قسم کی تحریروں میں صرف پہلی دو تحریریں پڑھی جاسکی ہیں جبکہ تیسری تحریر ناقابل فہم ہے۔ ملاحظہ ہو LEONARD COTTRELL, THE ANVIL OF CIVILIZATION, P. 19 LONDON

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محاکات مادی اجزا اور قیاسات ہیں ان ہی کو مطالعہ تہذیب کا خام مواد سمجھا گیا ہے۔ مگر ان میں بھی کوئی تسلسل اور ربط نہیں ہے ان کی بہت سی کڑیاں گم ہیں جن کو محض عقلی مفروضوں کے سہارے جوڑا جاتا ہے۔ ان کے بہت سے نتائج مبہم ہیں جن کو منطقی شکل دینے کی کوشش کی جاتی ہے، ان ناقص تحقیقات کی بنیاد پر کسی تہذیب کے بارے میں حتمی رائے نہیں قائم کی جاسکتی، زیادہ سے زیادہ اس کا ایک مجمل سا تصور کیا جاسکتا ہے۔

اب تک ابتدائی انسانی تہذیب کے متعلق متعدد نقطہائے نظر سامنے آچکے ہیں۔ ان میں سے ایک نقطۂ نظر وہ ہے جس کی ترجمانی فرائڈ کرتا ہے۔ اس نے انسانی تہذیب کے تین ادوار قرار دئے ہیں۔ پہلے دور میں انسان وحشت وظلمت اور جہالت وحیوانیت میں مبتلا تھا اس کی کوئی تہذیب نہیں تھی، اس دور کو وہ دور سیاہ (Dark age) سے تعبیر کرتا ہے دوسرا دور وہ ہے جب کہ انسان خدا اور مذہب کے تصور سے مانوس ہوتا ہے اور ان دیکھی طاقت کی پرستش کرنے لگتا ہے، اس سے ڈرتا ہے، اس کے آگے سر جھکاتا ہے اور ایک خاص طرز زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے اس کو وہ دور مذہب (Religious age) کا نام دیتا ہے، تیسرا دور وہ ہے جب انسان اپنی عقل ودانش کے تکمیلی مرحلہ میں داخل ہوتا ہے اور ایجادات و انکشافات کے دروازے پر دستک دیتا ہے اور ترقی کے مراحل طے کرتا ہے، یہ اس کے نزدیک دور سائنس (Science age) ہے[1]

دوسرا نقطۂ نظر فرانسیسی ماہر معروضیت اگسٹ کامٹ کا ہے۔ اس کائنات کے بارے میں انسان نے جو نظریات قائم کیے ان کو وہ تین مراحل میں تقسیم کرتا ہے۔ پہلا مرحلہ اس کے نزدیک مذہب کا ہے اس میں ہر واقعہ کی توجیہ غیبی قوتوں کی مدد سے کی جاتی ہے، دوسرا مرحلہ مابعد الطبیعاتی (Meta-physical) ہے جس میں توجیہ کا مدار مجرد قوتوں پر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً حیات کی توجیہ "قوت حیات" کی مدد سے، حرارت کی توجیہ "قوت حرارت" کی مدد سے چیزوں کے گرنے کی توجیہ "کشش ثقل" کی مدد سے، وغیرہ ذالک۔ تیسرے مرحلہ میں واقعات کی توجیہ ان کے اسباب کی روشنی میں کی جاتی ہے یعنی واقعات کو کچھ ماسبق واقعات کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جو مقررہ قوانین کے تحت ان کو وجود میں لانے کا باعث ہوئے ہیں[2]

---

[1] محمد قطب، شبہات حول الاسلام ص ۱۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۳ء

[2] ولیم ارنسٹ ہاکنگ، انواع فلسفہ ص ۲۷ اردو ترجمہ ظفر حسین خاں، علی گڑھ ۱۹۵۶ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسرا نقطۂ نظر مارکسی دانشوروں کا ہے، وہ تہذیب کی ابتدا اس وقت سے تسلیم کرتے ہیں جب انسان نے زراعت کے میدان میں قدم رکھا وہ یہ فرض کرتے ہیں کہ فطری انسان ایک جاہل مطلق ہستی تھا اور اس میں تبدیلی اس وقت آئی جب وہ زراعت کی زندگی میں داخل ہو کر تعلیم کی منزل تک پہونچا۔[۱]

چوتھا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان کی اولین تہذیب زراعتی تہذیب نہیں بلکہ شکارگاہی تہذیب تھی ابتدائی انسان (Premitive man) اپنا گزر بسر شکار سے کرتا تھا یہی اس کی خوراک کا ذریعہ تھا، پھر اس نے دریافت کیا کہ زمین کو صاف کرنے اس میں بیج ڈالنے اور پودا لگانے سے اسے پھل اور اناج مہیا ہو سکتے ہیں جن سے وہ اپنی زندگی بہتر طریقے سے گزار سکتا ہے۔ نتیجتاً زراعت وجود میں آئی۔[۲]

فرائڈ یہ کہنا چاہتا ہے کہ نوع انسان کی ابتدا وحشت اور تاریکی سے ہوئی، اس دور کا انسان وحشی اور جاہل تھا وہ تہذیب سے ناآشنا تھا پھر بتدریج وہ مذہب اور تہذیب سے آشنا ہوا اور تیسرے مرحلہ میں پہنچ کر اس کی تہذیب پختہ اور مکمل ہوئی، جبکہ کامٹ یہ تسلیم کرتا ہے کہ انسان اپنے نظریۂ کائنات کی ابتدا مذہب سے کرتا ہے گویا انسانی تہذیب کے ارتقا میں جو محرکات کار فرما ہیں ان میں پہلے مذہب پھر قوانین فطرت اور پھر خارجی محرکات آتے ہیں۔ دوسرے مغربی دانشور انسان کی اس ابتدائی مذہبیت کی وجہ کسی مافوق الفطرت ہستی کی ہدایات کو نہیں قرار دیتے بلکہ جہالت اور وحشت ہی کو قرار دیتے ہیں جو ایسے جذبات پیدا کرتے ہیں جن میں خوف و دہشت غالب رہتا ہے۔ وہ خوف و ہراس کی وجہ سے ہی انسان کو خدا پرستی کی طرف جھکتا ہوا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔[۳] کامٹ گویا یہ کہنا چاہتا ہے کہ انسان کا اپنا شعور ہے جو بتدریج تخلیق تہذیب کا باعث بنا ہے۔ کیونکہ اس کا انداز فکر اس کی معلومات اور حالات میں تبدیلی کے ساتھ بدلتا چلا جاتا ہے، مارکسی نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسانی تہذیب کی شروعات زراعت سے ہوتی ہے اس لیے اولین تہذیب زراعتی تہذیب تھی، انسان کے وسائل اور مسائل زراعت سے وابستہ تھے اور اس کے فکر و عمل کا میدان وہی تھا۔ ول ڈورانٹ اسی بات کو اس انداز میں

---

[۱] کیلے، کوالشزون، تاریخی مادیت ص۱۹۳، ماسکو ۱۹۷۶ء

[۲] LEONARD COTTRELL, THE ANVIL OF CIVILIZATION, P.21 LONDON

[۳] ولیم ارنسٹ ہاکنگ، انواع فلسفہ ص۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ہیں (Culture Suggests agriculture) تہذیب زراعت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔[1] تاہم یہ ممکن ہے کہ بقائے حیات کی خاطر خوراک مہیا کرنے کے لیے انسان نے شکار کے ساتھ زراعت کے عمل کو بھی اپنایا ہو۔ مگر زراعت یا شکار کسی بھی صورت میں اس کی تہذیب کی مکمل ترجمان نہیں ہوتی اس لیے کہ محض ضروریاتِ زندگی کا پورا کرنا تہذیب نہیں ہے۔

مغربی دانشور یہ مان کر چلتے ہیں کہ انسان صناعِ فطرت کا ایسا شاہکار نہیں ہے جسے ایک ہی وقت میں کامل وجود عطا کر دیا گیا ہو۔ بلکہ وہ بتدریج انسان کے درجہ تک پہنچا ہے اور حالات اور ماحول نے اس میں مہذب بننے کی صلاحیت پیدا کی ہے۔ پھر ترقی کا جو تصور آج کے ان کے ذہنوں میں ہے اسی معیار پر وہ ماضی کو تولنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ وہ دورِ اول کے انسان کو وحشی اور غیر مہذب قرار دیں۔ عقلی لحاظ سے یہ باور کرنا قطعی مشکل ہے کہ تاریخ کے کسی بھی دور میں پوری کی پوری انسانی آبادی وحشت و ظلمت اور حیوانیت کا شکار رہی ہوگی۔ انسان جانوروں کی زندگی گزارتا رہا ہوگا اور وہ صرف ایک ارضی جانور اور غیر مہذب ہوگا، اسے اپنے اور کائنات اور خدا کے بارے میں کچھ بھی واقفیت نہیں رہی ہوگی اور اس نے ان اہم مسائل پر کبھی غور نہ کیا ہوگا۔ تاریخی طور پر بھی اس بات کا کوئی ثبوت اب تک فراہم نہیں کیا جا سکا ہے محض قیاسات کی بنیاد پر اتنی بڑی بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی جبکہ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس دور کا انسان نہایت ذہین اور جستجو پسند تھا۔[2] البتہ یہ ممکن ہے کہ پوری نوعِ انسانی میں کوئی گروہ تاریخ کے کسی مرحلہ میں عام انسانی آبادی سے الگ ہو گیا ہو اس کی بود و باش اور طرز زندگی عام انسانی زندگی سے مختلف ہو گئی ہو اور اس خطۂ ارضی میں کوئی وقت ایسا بھی آیا ہو کہ نہ کوئی مصلح اس میں آیا ہو اور نہ کوئی ایسا طبقہ ابھرا ہو جس نے وہاں زندگی گزارنے کا طریقہ اور مقاصد کی تعلیم دی ہو، غاروں میں بسنے والے انسانوں کے متعلق جو باتیں سوچی جا سکتی ہیں انھیں پوری بنی نوع انسان پر منطبق کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور کا انسان غیر متمدن تھا اسباب و وسائل پر اسے پوری دسترس حاصل نہیں تھی اس لیے اسے مشکلات کا زیادہ سامنا کرنا پڑا تھا۔ ول ڈورانٹ اس بات پر زور دیتا ہے کہ:۔

---

[1] Will Durant, our oriantal heritage, P. 2, New York 1954

[2] ولیم ارنسٹ ہاکنگ، انواعِ فلسفہ ۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وحشی (Savage) بھی ایک اہم مفہوم کے مطابق مہذب ہے اس لیے کہ وہ محتاط انداز میں اپنے قبائلی ورثہ کو اپنے بچوں تک منتقل کرتا ہے اور یہ قبائلی ورثہ معاشی، سیاسی، ذہنی اور اخلاقی عادات اور اداروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جسے اس نے اپنی کوششوں سے زمین پر باقی رہنے اور لطف اندوز ہونے کے لیے ترقی دی ہے۔"[1]

ہمارے پاس ایک دوسرا ذریعہ معلومات بھی ہے جو تاریخ تہذیب کے اس پہلو پر اچھی روشنی ڈالتا ہے یہ ذریعہ وحی الٰہی ہے جو آسمانی کتابوں کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ مگر قرآن کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں اتنی بار ترمیم و اضافہ کا شکار ہوئی ہیں کہ ان کی روایات مشکوک ہو گئی ہیں اور ان کے بیانات میں تضاد اور ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ وحی الٰہی کی آخری کتاب یعنی قرآن اس ترمیم و اضافہ سے محفوظ ہونے کی بنا پر غیر مشکوک اور مستند ذریعہ معلومات ہے۔ قرآن نے گزری ہوئی قوموں اور ان کے تصورات و مذاہب کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ واقعی اور قطعی ہے۔ مگر چونکہ قرآن کا مقصد محض واقعہ نگاری نہیں ہے اس لیے اس میں ماضی کی تمام قوموں کی تہذیبوں کا تذکرہ نہیں ملتا اور جن کا ملتا ہے وہ بھی تاریخی اور تمدنی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عبرت و نصیحت کے پہلو سے ہے۔ اس کے باوجود یہ تذکرے بڑی حد تک ہماری رہنمائی کرتے ہیں بالخصوص آغاز تہذیب کے سلسلہ میں ہم اس کے بعد کسی حتمی نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

قرآن اس کی تردید کرتا ہے کہ انسان اپنے ابتدائی عہد میں وحشی اور غیر مہذب تھا، قرآن کے نظریہ تاریخ کی رو سے انسانی تہذیب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی، وہ جب اس دنیا میں آیا تو وہ نرا وحشی نہیں تھا بلکہ اپنے ساتھ وہ تعلیمات بھی لایا تھا جو اللہ نے اسے دی تھیں (البقرہ ۳۱) اس لیے وہ جانتا تھا کہ وہ اس دنیا میں کیوں آیا ہے۔ اسے کیا کرنا ہے کس طرح زندگی گزارنی ہے اور کس کی مرضی کی پابندی لازمی ہے۔ اور کس طرح دنیا کی تعمیر و ترقی کا نقشہ اسے تیار کرنا ہے۔ آدمؑ کو جنت ارضی کی خلافت سونپی گئی تو اللہ کا حکم ہوا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ	تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ

---

[1] Our Oraiatal heritage, P.5

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝	میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔

پھر وہ ہدایت آئی اور لوگوں کو وہ روشنی حاصل ہوئی جس کی رہنمائی میں زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا تھا' اس ہدایت کے بعد یہ متعین ہو جاتا ہے کہ انسانوں کی پہلی تہذیب الٰہی تہذیب تھی اور آسمانی ہدایات پر مبنی تھی۔ قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ابتدائی ایام میں انسان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نظریہ زندگی رکھتا تھا' اور وہ عقیدہ شرک و بت پرستی یا الحاد و دہریت کا نہیں بلکہ توحید کا عقیدہ تھا اور اسی بنیاد پر ایک امت وجود میں آئی تھی[۱] قرآن نے اس سلسلہ میں جو انکشاف کیا ہے اس سے اس تہذیب کا پورا تصور ہمارے سامنے آتا ہے'

کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۚ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ ۖ وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِیَحۡكُمَ بَیۡنَ النَّاسِ فِیۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ ؕ وَمَا اخۡتَلَفَ فِیۡهِ اِلَّا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَیِّنٰتُ بَغۡیًۢا بَیۡنَهُمۡ ۚ (البقرہ : ۲۱۳)	ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے ان کا فیصلہ کرے اور اختلافات ان لوگوں نے کیا جن کو حق کا علم دیا جا چکا تھا انھوں نے روشن ہدایات پا لینے کے بعد محض اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔

اس آیت سے چند نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اول یہ کہ۔

ابتدا میں انسانی آبادی مختصر اور محدود ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ تھی اور انسانوں کے معتقدات و تصورات' مراسم و اعمال اور معاشرتی اطوار ایک جیسے تھے۔ دوم یہ کہ چونکہ انسانیت

---

[۱] تفسیر ابن جریر طبری بقرہ آیت ۳۳

© rasailojaraid.com